ایشیا کے عظیم مصنف

ابن صفی کو اردو کے ادیبوں اور نقادوں نے کیوں نظر انداز کیا؟

از: محمد عارف اقبال

ابن صفی (26/اپریل 1928—26/جولائی 1980) حساس طبیعت تھے۔ ان کو جرائم سے نفرت اور انسانیت سے محبت تھی۔ جرم پر قانون کی بالادستی اور باطل پر حق کی فتح، ان کے ہر ناول کا نمایاں وصف ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کے جملہ ناولوں کا مرکزی خیال ''فساد فی الارض'' ہے۔ آج کھلی آنکھ رکھنے والا کوئی بھی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ پورا کرہ ارض ہی نہیں بلکہ خلاؤں میں بھی فساد برپا ہو چکا ہے۔ دنیا میں جرائم کی اب اتنی شکلیں پائی جاتی ہیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جرائم انسانیت پر حاوی ہوتے جارہے اور جرم کا لامتناہی سلسلہ معاشرے کو تہہ و بالا کررہا ہے۔

ابن صفی چونکہ انسانیت پسند تھے اس لئے جرائم کو نیست و نابود دیکھنا چاہتے تھے۔ انہیں بعض مجرموں سے ہمدردی بھی تھی جن کو معاشرے کی ناانصافی اور ظلم نے ''مجرم'' بننے پر مجبور کیا۔ چونکہ ان کو جرائم کی تمام صورتوں اور محرکات سے شدید نفرت تھی لہٰذا ان کے ناول میں قانون اور حق کی بالادستی ہی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ جرم کو ''جرم'' ہی سمجھتے تھے خواہ اس کے محرکات کچھ بھی ہوں۔

ایک دفعہ ابن صفی مرحوم سے ایک صاحب نے یہ سوال پوچھا کہ آپ سیاست کے کس اِزم (ism) کے قائل ہیں، تو انہوں نے برجستہ جواب دیا:

> ''میں تو اللہ کی ڈکٹیٹرشپ کا قائل ہوں۔ اس میں اس کی گنجائش نہیں ہوتی کہ جتنے پگ کا نشہ ہوا ویسا ہی بیان داغ دیا۔ آپ بھی کسی اِزم وزم میں پڑنے کی بجائے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ سارے ازم محض وقتی حالات کے پیداوار ہیں اور کسی ایک ازم کی دشواری کسی زمانے میں دوسرے ازم کی پیدائش کا سبب بنتی رہتی ہے۔ اسلام کے علاوہ کوئی بھی اِزم حرفِ آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اسلامی نظام حیات آج بھی قابل عمل ہے لیکن اس کے لئے انفرادی طور پر ایماندار بننا پڑے گا اور یہ بے حد مشکل کام ہے۔
> پس میرا سیاسی رجحان اللہ کی ڈکٹیٹرشپ کا قیام اور میرا فن سکھاتا ہے قانون کا احترام۔'' (پیش رس۔ دھواں ہوئی دیوار)

ابن صفی کے ناول کسی نہ کسی واضح سماجی مقصد کے لئے لکھے گئے ہیں لیکن یہ مقصدیت فن پر حاوی نہیں ہوتی بلکہ فن کے پردے میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ ادب کا موضوع اگر انسان ہے تو یقینی طور سے وہ کسی نہ کسی نقطہ نظر کا ترجمان ہوگا۔ اسی طرح ہر ادب پارے میں مصنف کا اپنا نقطہ نگاہ، خیال اور تصور شامل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ نقطہ نگاہ سماجی ماحول، عادات و اطوار اور طبقات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور اس کے اپنے جمالیاتی اور اخلاقی حدود ہوتے ہیں۔ مصنف کا یہ نقطہ نگاہ ادب کی داخلی کیفیت بن کر ابھرتا ہے اور اس میں تاثر پیدا کرتا ہے۔ ناول ''دشمنوں کا شہر'' میں نادر ایک ایسا زندہ کردار ہے جس کی زندگی میں ایک انوکھے واقعہ کے سبب انقلاب آجاتا ہے۔ یہ ناول مقصدیت کے حوالے سے شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

درحقیقت ابن صفی ترقی پسند ادیبوں کے لئے خطرے کی علامت بن گئے تھے۔ جس طرح وہ فاشزم اور سرمایہ داری کے خلاف تھے، سوشلزم کو بھی انسانیت کی نجات کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے قائل تھے۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ انسان یا انسان کی حاکمیت تو دنیا کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ چنانچہ ان کے بعض ناولوں میں اس خطرے کے اشارے بھی ملتے ہیں کہ اقتدار کا جنون جب انسان پر حاوی ہوجاتا ہے تو دنیا زیروزبر ہوکر رہ جاتی ہے۔ ان کے نزدیک کسی ملک یا سماج کی پستی، خرابی اور تباہی کی سب سے بڑی وجہ دولت کی ہوس ہے۔ حصولِ زر کے لئے کسی بھی قسم کے ذرائع استعمال کرنے میں قطعاً جھجک محسوس نہیں کی جاتی۔ قحبہ گری، اسمگلنگ، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی حتیٰ کہ حصولِ زر کی آخری حد وطن فروشی ہے۔ وہ خود محبِّ وطن تھے، انہیں انسانیت سے پیار تھا۔ انسانیت کے ناتے وہ سارے جہاں کو اپنا وطن تصور کرتے تھے۔ بالخصوص وہ ترقی پذیر ممالک میں بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں اور ان کی سازشوں کے تباہ کن نتائج سے اپنی تحریروں کے ذریعے ہمیشہ آگاہ کرتے رہے۔ وہ فاشزم اور سرمایہ دارانہ نظام کے ساتھ ساتھ کمیونزم کے جارحانہ عزائم پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ جب مقصد حصولِ زر اور دولت کی ہوس ہو تو خدا کے تصور سے خالی اُس معاشرے کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جہاں انسان خود اپنے ہاتھوں انسانیت کی تذلیل کرتا ہو۔ اس کے برعکس ایک خدا کا اقرار اور اسی کے آگے سرِ تسلیم خم کردینے کا جذبہ انسانیت کو اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز کردیتا ہے۔ جب ابن صفی کے قلم سے اس نقطۂ نظر کی ترجمانی ہونے لگی تو عوام کے دلوں پر حکومت کرنے والے عظیم مصنف کو ٹھنڈے پیٹوں کیسے برداشت کیا جاسکتا تھا۔ ترقی پسند ادیبوں کے ایوان میں کھلبلی ضرور مچی ہوگی— ان کا احتساب بھی کیا گیا ہوگا۔ واضح طور پر ان کے خیالات کو جاننے کی کوشش بھی کی گئی ہوگی۔ سیاست کے ازم سے متعلق ''پیش رس'' کے متذکرہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن صفی جیسے کھرے انسان کو شیشے میں اتارنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی تھی۔ لیکن ہر طرف سے مایوس ہوکر بالآخر دنیا پرستی سے مدہوش ادیبوں اور نقادوں نے یہی اسٹریجی اختیار کی کہ ابن صفی کا ''ادبی بائیکاٹ'' کردیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اوباش ادیبوں کی مجلسوں میں کبھی شریک نہیں ہوتے تھے جہاں پانی کی جگہ شراب بہائی جاتی— ''دوسری آنکھ'' کا ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

> ''کیا سچ مچ نہیں پیتے؟''
> اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔
> ''بڑی عجیب بات ہے!''
> ''میری دانست میں پینا ہی بڑی عجیب بات ہے!''
> ''کیوں؟''
> ''اچھے بھلے آدمی کی مدہوشی... مدہوشی جو خود ہی اپنے اوپر مسلّط کی جائے حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔''

ابن صفی کی صالح طبیعت ''انسان'' کے اس مفہوم کا واضح ادراک رکھتی تھی کہ جب وہ نفس کا بندہ بن جاتا ہے تو ذلت و رسوائی کی کتنی گہری کھائی میں گرنے لگتا ہے۔ لہٰذا اصلاح پسندی کے تقاضے کے تحت ''دوسری آنکھ'' ہی میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''انسانیت کا خادم ہوں اور آدمیوں کو آدمیت کی سطح سے نہ گرنے دینے کا ٹھیکیدار۔''

دین سے انحراف اور وطن دشمنی پر یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''میرے عقیدے کے مطابق دین سے انحراف اور وطن دشمنی کے علاوہ اور کوئی فعل غداری نہیں کہلاسکتا۔'' (کالی کہکشاں)
> ''یہاں اس ملک میں تمہارے ناپاک ارادے کبھی شرمندۂ تکمیل نہیں ہوسکیں گے۔ یہاں کی فضا میں ایسا معاشرہ زندہ ہی نہیں رہ سکتا جو خدا کے وجود سے خالی ہو۔'' (جہنم کی رقاصہ)

ابن صفی دین کے نام پر ہونے والی چپقلش اور اس کے منفی اثرات پر ایک جگہ اس طرح گویا ہوتے ہیں۔ ایک مکالمے کا اقتباس ملاحظہ ہو:

''کیا تمہارے پیغمبر کا پیام یہاں تک نہیں پہنچا؟''

''پیام پہنچانے والوں کو زیادہ تر اپنی پوجا کرانے کی فکر رہتی ہے اس لئے وہ صرف اختلافی مسائل پر ایک دوسرے کو للکارتے رہتے ہیں۔'' (کالی کہکشاں)

انسان اور خالقِ کائنات کے سلسلے میں ابن صفی واضح نقطۂ نظر کے حامل تھے اور ان کی تحریروں میں بے شمار ادب پارے ان کے نقطہ نظر اور خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ بیسویں صدی کا ایک عظیم مصنف اپنی صالح طبیعت، انسانیت نوازی اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کرنے کی پاداش میں اردو ادب کے نام نہاد ادیبوں اور نقادوں کی نفس پرستی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ لیکن اللہ اپنے کسی صالح بندے کی خدمات کو ضائع نہیں کرتا— بقول اسحاق اطہر صدیقی:

''ابن صفی کے ناول بہت غنیمت ہیں جنہیں اگر 'فرار' بھی قرار دیا جائے تو یہ فرار خودغرضی سے فرار ہے اور اندیکھے اندیشوں اور خطرات سے آگاہ کرکے ایک قسم کے تطہیر کا عمل ہے جو انسان کو اندیشوں سے نجات دلاکر عمل پر آمادہ کرتا ہے اور انسانی نفسیات کو تبدیل کرتا ہے کیونکہ اچھا ادب انسان کے شعور کی تعمیر کا کام انجام دیتا ہے اور زندگی میں نئے توازن کی تلاش میں مدد دیتا ہے۔''

تنویر عادل کے بقول:

''ابن صفی نے اپنی تحریروں کے ذریعے بداخلاقیوں کو ختم کیا اور اخلاقیات کی تدریس کی۔ انہوں نے حوا کی بیٹی کو عریاں کرنے کے بجائے احترام اور تقدیس کی چادر میں اس کے سراپا کو لپیٹا۔ حالانکہ ان کے کئی ناول جنسی مریضوں کے متعلق ہیں لیکن انہوں نے کہیں بھی فحش منظر کشی کرکے قاری کے ذہن کو پراگندہ نہ کیا۔ یعنی جب دوسرے فحاشی اور تلذذ کی بھرمار کرکے قاری کے ذہن میں سانپ کے بل بنا رہے تھے اس وقت ابن صفی ان ذہنوں کو نئی نئی راہیں بتا رہے تھے۔ وہ بے راہ روی سے دور کر رہے تھے۔ جنسی ہیجان کو فنا کرنے کی کوششوں میں تھے، دین کا احترام سکھا رہے تھے جبکہ دوسروں نے دین کو بھی ثانوی حیثیت دے رکھی تھی، ابن صفی کے تمام ناول مذہب کے احترام سے مالا مال ہیں۔''

ابن صفی مرحوم کے انتقال پر ادیبہ و شاعرہ نسرین قریشی اپنے طویل مضمون کے آخر میں یوں رقم طراز ہیں:

''جاسوسی ادب، آج تک ان جیسا قلم کار نہ پیدا کرسکا ہے نہ آئندہ ممکن دکھائی دیتا ہے۔ وہ اس صنف سخن کے بے تاج بادشاہ تھے اور اس میدان میں ان کی شہرت دور دور تک ہے اور دوام ہے۔ صرف ابن صفی کے طفیل اردو ادب ایک نئی صنف سے روشناس ہوا۔

جاسوسی ادب کا چاند بادلوں میں چھپ گیا... مگر ہمیشہ کے لئے... اور آج ان کی عظمت سے آگاہ کرنے کے لئے مجھے یہ چند آہیں بھرنی پڑیں، یہ چند آنسو بہانے پڑے۔ ان کی شخصیت ذہن میں لائیں، اپنی چشم تصور کو وا کریں تو ان کی سمندر جیسی گہری اور بیکراں زندگی کے مدوجزر، تلاطم اور تموج سب ہی کچھ آنکھوں میں سمٹ آتا ہے۔ موت ابدی حقیقت ہے اور اس حقیقت نے ہم سے ہمارا محبوب قلم کار چھین کر ہمیں تہی دست کردیا ہے مگر ان کی تحریریں، ان کا اسلوب اور ان کا انداز بیان ایسا نہیں ہے جو کسی کے سامنے ہار جائے۔''

اردو دنیا کی نامور شخصیت اور ناقد سید ابوالخیر کشفی (م: 15/مئی 2008، کراچی) سے ابن صفی کے انتقال کے کئی برسوں بعد جب ''نئے افق'' کراچی کے مدیر مشتاق احمد قریشی نے تاثراتی مضمون لکھنے کو کہا تو انہوں نے اس کے ابتدائیہ میں برجستہ لکھا:

''ابن صفی کی موت کو کتنے برس گزر گئے؟ مجھے نہیں معلوم۔ میں ماہ و سال کے پیمانے سے ان کی موت کی مدت کو نہیں ناپ سکتا اور پھر وہ میرے لئے زندہ ہیں۔ کسی نہ کسی عنوان سے وہ اپنی موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔''

اسی مضمون میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''میں عمران کے کردار پر ایک نئے زاویے سے کچھ لکھنا چاہتا تھا۔ ابن صفی نے اس کردار، اس کی ناہمواریوں اور تضادات کے لئے ایک پس منظر مہیا کیا ہے۔ میری دانست میں شاید ہی اتنے تضادات رکھنے والا کوئی کردار عمران کی طرح پڑھنے والوں کو اتنا عزیز ہو۔ عمران کی حماقتیں اس کے کردار کو کچھ اور ابھارتی ہیں۔ یہ ایسی بھیڑ بلکہ میمنہ ہے جو انگڑائی لیتا ہے تو بھیڑیا بن جاتا ہے پھر عمران مزاح اور حس مزاح کا نمائندہ ہے وہ ہمیں زندگی گزارنے کا حوصلہ دیتا ہے۔''

مرحوم کشفی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''پچھلے دنوں طلسم ہوش ربا پر لکھتے ہوئے ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے یہ نکتہ بیان کیا تھا کہ طویل داستانوں کے لئے عہد حاضر کے قاری کے پاس وقت نہ رہا تو اس نے جاسوسی ادب کے ذریعے اپنے ذوقِ تجسس کی تسکین چاہی اور اس سلسلے میں ابن صفی کی ذات ایک سنگ میل ہے۔ بیدار صاحب کی اس تحریر سے مجھے خوشی ہوئی کیونکہ میں کئی برسوں سے داستان اور جاسوسی ناول کے رشتے پر زور دیتا رہا ہوں اور اسے انسان کے ذوق تجسس سے منسلک کرتا رہا ہوں۔''

اپنے مضمون کے آخر میں مرحوم کشفی صاحب نے جس طرح ابن صفی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے دل میں ابن صفی کے لئے کس قدر احترام کا جذبہ موجزن تھا۔

''آیئے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ رب العزت میں ابن صفی کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کریں۔ ابن صفی جب مجبوراً عمران سیریز کی قیمت بڑھاتے تو 'چونی' کا سوال کرتے۔ آج اُن کے لئے آپ سے ایک بار سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص کی تلاوت اور ایصال ثواب کا سوال ہے۔'' ❑❑

مضمون نگار کا پتہ

Urdu Book Review

1739/3 (Basement), New Kohinoor Hotel, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2

Ph.: 011-23266347 Mobile: 0-9953630788